بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا جلال الدین رومیؒ

اور

اُن کی کہانیاں

طالب علموں، خواتین اور عام پڑھنے والوں کے لئے

پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمّد ابوالخیر کشفی

مجلس نشریات اسلام

۱۔ کے۔ ۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱، کراچی ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا روم کی کہانی سے پہلے

ذرا اپنے خاندان پر نظر ڈالیئے۔ آپ کے کچھ رشتہ دار پاکستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی ہوں گے۔ بہت سے خاندان ہندوستان' پاکستان میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک بھائی پاکستان میں ہے تو دوسرا ہندوستان میں..... اور پاکستانی خاندانوں کے لوگ نوکری کرنے یا تعلیم حاصل کرنے کے لئے کتنے ہی ملکوں میں رہ رہے ہیں۔ سعودی عرب' ابوظہبی' برطانیہ وغیرہ میں لوگ نوکریاں کر رہے ہیں۔ ہمارے بہت سے نوجوان امریکہ' کینڈا' جرمنی' جاپان' انگلستان اور دوسرے ملکوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ تو دوسرے ملکوں کے شہری بن گئے ہیں مگر وہ پاکستان آتے رہتے ہیں۔ جب کبھی کوئی بڑا واقعہ ہو جاتا ہے تو ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں جا کر آباد ہونے والوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ لاکھوں مسلمان ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے آکر پاکستان میں آباد ہو گئے۔

پہلے بھی ہجرت کا یہ سلسلہ نظر آتا ہے۔ کوئی آٹھ سو سال پہلے تاتاریوں کے حملوں کی وجہ سے لوگ اپنے وطن کو چھوڑ کر زیادہ محفوظ

ملکوں میں چلے جاتے تھے۔ بہت سے لوگ آج ہی کی طرح اچھی نوکریوں اور علم حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن کو چھوڑ کر ان ملکوں میں چلے جاتے تھے جہاں ان کو زیادہ آسانیاں حاصل ہو سکتی تھیں۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمان اسلام کو پھیلانے کے لئے مسلسل سفر کرتے تھے۔

ہم نے یہ باتیں اس لئے بیان کر دیں کہ ان سے آپ کو مولانا روم کی کہانی سمجھنے میں مدد ملے گی۔ آپ کو یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ کوئی بڑا مقصد خاص طور پر اسلام کو پھیلانا' وطن سے بڑی چیز ہے۔ مسلمانوں کا وطن تو اللہ کی یہ دنیا ہے۔ ہاں دنیاوی آرام کے لئے اپنے وطن کو چھوڑنا کوئی اچھی بات نہیں۔ پھر پاکستان جیسا وطن تو ہم سب کو جان سے پیارا ہونا چاہئے۔ ہم نے یہ وطن اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے۔

ہم اپنی کتابوں میں یہی کوشش کریں گے کہ بڑے لوگوں کے دلچسپ حالات اور واقعات کے ساتھ کام کی باتیں بھی آپ کو بتا سکیں۔

سید محمد ابوالخیر کشفی

۵

بلخ سے قونیہ تک

یہ آج سے کوئی آٹھ سو سال پہلے کی بات ہے۔ بلخ میں ایک بڑے عالم رہتے تھے۔ ان کا نام محمد تھا۔ اس زمانے میں اکثر لوگوں کا نام محمد ہوتا تھا۔ آج بھی عرب ملکوں میں یہ نام بہت عام ہے۔ محمد' کا لقب بہاالدین ولد تھا۔ وہ عالم بھی تھے اور اللہ کی عبادت میں بھی بڑی محبت اور محنت سے وقت گزارتے تھے۔ ان کا دن لوگوں کو پڑھانے میں گزرتا اور رات اللہ کی عبادت میں! سونے' کھانے اور آرام کے لئے وہ زیادہ وقت ضائع نہ کرتے۔ ان کے علم کی وجہ سے بلخ کے لوگ انہیں سلطان العلماء کہتے تھے۔ مولانا محمد بہاالدین ولد نے کئی کتابیں بھی لکھی تھیں جو اب نہیں ملتیں۔ ان کی ایک کتاب "معارف" مل گئی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتنے بڑے عالم تھے۔

۶۱۰ھ میں یعنی آج سے آٹھ سو سال پہلے مولانا بہاالدین ولد نے اپنے خاندان کے ساتھ بلخ سے ہجرت کی۔ انہوں نے اپنا وطن کیوں چھوڑا؟ یہ بات ہم آپ کو یقین سے نہیں بتا سکتے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہو کہ انہیں کہاں جا کر رہنا اور اسلام کا کام کرنا ہے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تاتاری خراسان و ایران کی طرف بڑھ رہے تھے اور ان کے خوف کی وجہ سے عالم اور شریف اپنے اپنے وطن چھوڑ کر ان علاقوں کی طرف ہجرت کر رہے تھے جہاں وہ تاتاریوں

سے محفوظ رہ سکیں۔

بلخ سے نکلتے ہوئے مولانا بہا الدین نے حج کرنے کا ارادہ کیا۔ حج کے سفر سے زیادہ اچھا اور مبارک سفر اور کون سا ہو سکتا ہے۔ حج ہر اس مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس مکہ مدینہ کے سفر کی رقم ہو اور جو سفر کر سکے۔ مولانا بہا الدین ولد بلخ سے بغداد پہنچے۔ یہاں ان کی ملاقات ایک بہت مشہور بزرگ حضرت شہاب الدین سہروردی سے ہوئی۔ حضرت شہاب الدین سہروردی کے طریقے اور بتائی ہوئی باتوں کو ماننے والے آج بھی مسلمان ملکوں میں موجود ہیں۔

جب یہ قافلہ بغداد پہنچا تو حضرت شہاب الدین سہروردی کو معلوم ہوا کہ مولانا بہا الدین ولد بھی اس قافلہ کے ایک مسافر ہیں اور ان کے خاندان والے بھی ان کے ساتھ ہیں۔ وہ مولانا ولد کے علمی کام اور نام سے واقف تھے۔ شیخ سہروردی کے آدمی نے آکر پوچھا کہ "حضرت آپ کہاں جا رہے ہیں۔" مولانا ولد نے جواب دیا "من اللہ الی اللہ" اس کا ترجمہ ہوا۔ "اللہ کی طرف سے اللہ کی طرف۔" انہوں نے چند لفظوں میں کتنی بڑی بات کہہ دی۔ حج کا سفر تو اللہ کے راستے میں مسلمان کا سفر ہے اور حج پر جانے والے اللہ کے لئے ہی سفر کرتے ہیں۔ یہ جواب سن کر شیخ شہاب الدین سہروردی خود مولانا سے ملنے آئے۔

مولانا بہا الدین نے اپنے خاندان والوں کے ساتھ حج کیا۔ خانہ کعبہ کی زیارت سے اپنی آنکھیں روشن کیں۔ مدینہ منورہ میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی۔ حج کے بعد مولانا بہاالدین ولد اپنے گھر والوں کے ساتھ دمشق' اور دوسرے شہروں سے ہوتے ہوئے سلاطیہ پہنچے۔ ان سب شہروں میں انہوں نے مہینوں اور کہیں کہیں برسوں قیام کیا۔

آخر ۶۲۶ھ میں یہ خاندان ترکی کے شہر قونیہ پہنچا۔ یہ سفر کوئی سولہ سال میں طے ہوا۔ اس وقت قونیہ میں سلطان علا الدین کیقباد کی حکومت تھی۔ جب سلطان کو سلطان العلماء مولانا محمد بہاالدین کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ آپ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا۔ آپ کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا۔ شاہی محل کے قریب آپ کے احترام میں وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ اس نے آپ کے لئے قونیہ میں ایک بڑا مدرسہ بنوایا جس کا نام مدرسہ خداوندگار تھا۔

اس سفر میں محمد اپنے والد کے ساتھ تھے۔ محمد جو آگے چل کر جلال الدین رومی کہلائے آج انہیں مولانا رومی یا مولائے روم کہا جاتا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو بلخ میں پیدا ہوئے تھے۔ ۶۱۰ھ میں جب ان کا خاندان حج اور ہجرت کے ارادے سے بلخ سے نکلا تو محمد جلال الدین کی عمر چھ سال کی تھی اور جب یہ لوگ قونیہ پہنچے تو محمد جلال الدین کی عمر بائیس سال کی تھی۔ یہ سفر بہت لمبا تھا۔ سولہ سال کا سفر۔ اس سفر میں یہ بچہ جوان ہو گیا۔ سفر کے دوران جلال الدین اپنے والد محمد بہاالدین ولد سے مختلف علم پڑھتے رہے۔ انہوں نے تفسیر' حدیث' تاریخ اور دوسرے علموں میں بڑی مہارت

پیدا کرلی۔ اس سفر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ نوجوان جلال الدین نے کئی ملک دیکھے۔ بہت سے عالموں سے ملاقات کی۔ بہت سے کتب خانوں میں بہت اہم کتابیں دیکھیں۔ سفر' زندگی کو سمجھنے میں ہمارے لئے استاد سے کم نہیں۔

مولانا بہاالدین ولد مدرسہ خداوندگار میں پڑھانے لگے۔ شام کے وقت وہ اپنے مریدوں کو عبادت اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے طریقے بتاتے۔ وہ لوگوں کو اللہ کے ذکر کی تعلیم دیتے۔ اللہ کا ذکر اور اس کی یاد' زندگی کو بنانے اور سنوارنے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جلال الدین بھی علم حاصل کرنے اور اللہ کی یاد میں مصروف رہنے لگے۔ وہ اپنی راتیں قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر میں گزار دیتے۔

سلطان کیقباد نے قونیہ میں اپنا نیا محل بنوایا۔ محل کی تکمیل کے بعد اس نے برکت کے لئے سلطان العلماء مولانا بہاالدین ولد کو بلایا۔ مولانا نے بادشاہ کی ترقی اور محل کی آبادی کے لئے دعا فرمائی۔ آپ نے فرمایا۔

"میرے عزیز کیقباد! انشاء اللہ دشمن کے قدم اس محل میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ محل دوسری آفتوں سے بھی محفوظ رہے گا۔ مگر مظلوم کی آہوں کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے؟ مظلوم کی آہ اور بددعا ہر دیوار' ہر فصیل اور ہر برج کو توڑ کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہے۔ آپ بنائیے تو انصاف کا قلعہ بنائیے۔ ہر وقت اللہ سے دعا کیجئے

کہ کسی کے ساتھ زیادتی اور ظلم نہ ہو۔"

سلطان کیقباد کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے مولانا کے سامنے اپنے اللہ سے وعدہ کیا کہ وہ اللہ کے بندوں کے ساتھ انصاف کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں' عالموں اور ولیوں کو ہر موقع پر نصیحت کرنے اور سچی بات کہنے کی طاقت عطا کی تھی۔ وہ بادشاہوں کے سامنے بھی سچی بات کسی خوف کے بغیر کہہ دیتے تھے۔

ابھی اس خاندان کو قونیہ میں آئے دو ہی سال ہوئے تھے کہ مولانا بہاالدین ولد کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد محمد جلال الدین کے بچپن کے استاد سید برہان الدین محقق ترمذی قونیہ آگئے۔ وہ مولانا بہا الدین کے مرید تھے اور انہیں کے حکم سے ان کے بیٹے جلال الدین کو بچپن میں پڑھاتے تھے۔ سید برہان الدین محقق کو اپنے شاگرد اور اپنے پیر کے بیٹے سے بہت محبت تھی۔ انہوں نے ایک بار پھر اپنے مرشد کے بیٹے کو پڑھانا شروع کر دیا۔ مولانا رومی ان کے مرید بھی ہو گئے۔ یہ سلسلہ نو برس جاری رہا۔ سید برہان الدین ترمذی کا انتقال ۶۳۷ھ میں ہو گیا۔ اس عرصہ میں مولانا روم لکھنے پڑھنے میں مصروف رہے۔ وہ عام آدمیوں کو دین کی تعلیم بھی دیتے تھے اور راتیں عبادت میں گزارتے تھے۔

مولانا جلال الدین رومی کے ذمہ فتویٰ لکھنے کی ذمہ داری بھی تھی۔ بیت المال سے انہیں جو وظیفہ ملتا تھا اس کے بدلے وہ فتوے لکھتے

تھے۔ بلا محنت کی آمدنی کو وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دینی معاملات اور مسائل کے جواب لکھنے کو "فتویٰ نویسی" کہتے ہیں۔ فتویٰ لکھنے والے کا علم بھی بہت گہرا ہونا چاہئے اور اس میں انسانوں کو سمجھنے کی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

مولانا رومی اور شمس تبریزؒ

مولانا برہان الدین محقق ترمذی کے بعد یوں ہی مولانا جلال الدین رومی کی زندگی گزرتی رہی اور پانچ سال گزر گئے۔ ۶۴۲ھ میں ان کی زندگی میں مولانا شمس تبریز داخل ہوئے اور جلال الدین رومی کی زندگی بالکل بدل گئی۔

شمس تبریز کا نام محمد بن علی بن ملک داد تھا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں سب کچھ بھول گئے تھے۔ اپنے آپ میں گم رہتے۔

اللہ کو یاد کرتے رہتے۔ ملکوں ملکوں، شہروں شہروں گھومتے رہتے۔ یوں بھی ہوتا کہ کئی کئی دن تک نہ کچھ کھاتے نہ پیتے۔ وہ بہت بڑے بزرگ تھے مگر عام لوگوں کی نظروں سے اپنی بڑائی کو چھپائے رکھتے۔ حضرت شمس تبریز ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ آپ ان کی رہنمائی اور مدد کرتے۔

آیئے اس کہانی کو آگے بڑھانے سے پہلے ایک بات سمجھ لیں۔

آپ اپنے اسکول میں صرف کتاب پڑھتے ہیں یا آپ کے استاد آپ کو کچھ اور باتیں بھی بتاتے ہیں؟ آپ نے ٹھیک کہا وہ اور باتیں بھی بتاتے ہیں۔ وہ باتیں جو انہوں نے بہت ساری کتابیں پڑھ کر، بہت سے عالموں سے مل کر اور زندگی کے تجربوں سے سیکھی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی معرفت یعنی اس کو پہچاننے کے میدان میں بھی اللہ کے نیک بندے جو اس کی ذات سے قریب ہوتے ہیں۔ ہماری مدد کرتے ہیں۔ حضرت شمس تبریز بھی ایسے ہی اللہ والے تھے۔ ان لوگوں کی ایک نظر انسانوں کی زندگی بدل دیتی ہے۔

حضرت شمس تبریز کے استاد اور مرشد شیخ ابو بکر نے ان سے کہا "محمد! تم قونیہ جاؤ وہاں ایک نوجوان ہے اس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور تڑپ ہے۔ جاؤ اس کے دل کو اور روشن کردو۔"

شمس تبریز اپنے مرشد کا حکم سن کر قونیہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ شہروں شہروں ہوتے ہوئے وہ قونیہ پہنچے۔ شمس تبریز سے ان کی ملاقات کیسے ہوئی؟ اس کے بارے میں مختلف باتیں مولانا رومی کے حالات لکھنے والوں نے لکھی ہیں۔ ایک واقعہ تو یہ بتایا گیا ہے کہ مولانا روم گھوڑے پر سوار شہر کی کسی سڑک سے گزر رہے تھے کہ شمس تبریز نے انہیں روک کر ایک سوال پوچھا۔ مولانا نے اس کا جواب دیا۔ مولانا روم کا جواب سن کر شمس تبریز نے اس سوال کا دوسرا جواب دیا اور ایسا جواب کہ مولانا رومی حیران ہوگئے، اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور

انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔

ملاقات کا دوسرا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن مولانا جلال الدین رومی اپنے ملاقاتی کمرے میں بیٹھے تھے۔ شمس تبریز آئے اور سلام کر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے کتابوں کی طرف اشارہ کر کے مولانا روم سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

مولانا نے جواب دیا "وہ چیز جو تم نہیں جانتے؟" اور پھر کتابوں میں آگ لگ گئی۔

مولانا نے گھبرا کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟"

شمس تبریز نے جواب دیا "وہ چیز جو تم نہیں جانتے۔"

اسی لمحے مولانا جلال الدین رومی کی دل کی دنیا بدل گئی۔ شمس تبریز کی رہنمائی میں انہوں نے اپنا روحانی سفر طے کیا۔ مولانا جلال الدین رومی شمس تبریز سے بہت کچھ سیکھتے رہے۔ ان کا لکھنا پڑھنا ختم ہو گیا۔ وہ ہزاروں لوگ جو مولانا روم کے مرید اور عقیدت مند تھے انہیں یہ بات پسند نہ آئی اور وہ شمس تبریز کے خلاف ہو گئے۔

یہ دیکھ کر شمس تبریز قونیہ سے اچانک چلے گئے۔ ان کے جانے سے مولانا بہت اداس رہنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد شمس تبریز پھر اچانک قونیہ آ گئے اور مولانا جلال الدین رومی کی تعلیم اور تربیت میں مصروف ہو گئے۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو وہ پھر غائب ہو گئے۔

شمس تبریز کے چلے جانے کے بعد مولانا جلال الدین رومی شاعری

میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ لوگوں کی زندگی کی اصلاح اور ان کی تربیت میں زیادہ وقت گزارنے لگے۔ آپ نے صلاح الدین زرکوب کو اپنا ساتھی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔

صلاح الدین زرکوب نے دس سال تک مولانا روم کی خدمت کی۔ ان کی وفات کے بعد چلپی حسام الدین ان کے ساتھی، ہر وقت کے رفیق اور خلیفہ بن گئے۔

چلپی حسام الدین کے کہنے ہی سے مولانا جلال الدین رومی نے اپنی مشہور "مثنوی" لکھی۔ مثنوی مولانا روم چھ حصوں میں ہے۔ اس میں ہزاروں شعر ہیں۔ ان شعروں میں مولانا نے اسلام کی تعلیمات کو بالکل نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ مثنوی میں بہت سی کہانیوں کے ذریعہ مشکل باتوں کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ سب لوگ سمجھ سکیں اور وہ بھی دلچسپی کے ساتھ۔ مثنوی کی ہر کہانی کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ہے۔ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی سبق ہے۔ ہم اس چھوٹی سی کتاب میں مولانا روم کے حالات بیان کرنے کے بعد کچھ کہانیاں بھی آپ کے لئے پیش کریں گے۔

مولانا جلال الدین رومی کا انتقال

مولانا جلال الدین رومی یوں ہی مدت تک قونیہ میں اسلام، اخلاق اور اچھائیوں کی تعلیم دیتے رہے۔ لوگ آپ کو دیکھتے اور آپ کی

باتیں سنتے تو انہیں محسوس ہوتا کہ ان کی زندگی بدل رہی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کی زندگی کا حصہ بن رہی ہے۔ مولانا ۶۲۶ھ میں قونیہ آئے تھے اور ۶۷۲ھ میں اس شہر میں رہتے ہوئے انہیں چھیالیس سال ہو گئے۔ یوں سمجھئے کہ تقریباً آدھی صدی۔

۶۷۲ھ میں قونیہ میں بڑا شدید زلزلہ آیا۔ یہ زلزلہ مسلسل چار دن آتا رہا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ زلزلہ کے جھٹکے چالیس دن تک محسوس ہوتے رہے۔ قونیہ کے لوگوں نے حضرت جلال الدین رومی سے دعا کی درخواست کی۔ بعض نے یہ بھی پوچھا کہ یہ زلزلے کیوں آرہے ہیں؟ مولانا اس زمانے میں بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"زمین بھوکی ہے وہ اپنا حق مانگ رہی ہے۔ جلد اسے اپنا لقمہ مل جائے گا اور تم لوگوں کو نجات مل جائے گی۔"

وہ جمادی الاخر ۶۷۲ھ کی پانچویں تاریخ تھی۔ مولانا رومی کے عقیدت مند ان کے بستر کے گرد جمع تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا وقت سفر آگیا ہے۔ اب میں اپنے پیدا کرنے والے سے جا ملوں گا۔" پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

گر مومنی و شیریں ہم مومنست مرگت
ور کافر و تلخی ہم کافرست مردن

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم مومن اور میٹھے یعنی اچھے آدمی

ہو تو تمہاری موت بھی میٹھی اور مومنوں کی طرح ہوگی اور اگر تم کافر اور کڑوے آدمی ہو تو تمہاری موت بھی کڑوی اور کافرانہ ہوگی۔ اس کے بعد مولانا نے کلمہ شہادت پڑھا اور آنکھیں بند کرلیں۔

مولانا روم کو ہم سے رخصت ہوئے ساڑھے سات سو سال ہو گئے مگر ان کا نام اور ان کی کہی ہوئی باتیں زندہ ہیں۔ ہمارے قومی شاعر علامہ اقبال، مولانا جلال الدین رومی کو اپنا استاد اور مرشد کہتے ہیں اور خود کو رومی کا مرید اور شاگرد۔ آج بھی دنیا کے بہت سے حصوں کے رہنے والے سفر کرکے ترکی کے شہر قونیہ جاتے ہیں۔ رومی کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور ان کی یادگاروں کو دیکھتے ہیں۔

مولانا روم کی عادتیں اور اخلاق

اپنی نوجوانی میں مولانا جلال الدین رومی بہت شان سے رہتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے گھوڑے پر جب شہر میں نکلتے تو عقیدت مند اور طالب علم جلوس کی شکل میں ان کے ساتھ ہوتے تھے مگر پھر ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ راتوں میں وہ عبادت کرتے۔ اللہ کے سامنے روتے اور انسانوں کے لئے بھلائی اور خوشی کی دعائیں مانگتے۔ لوگوں کی خدمت کرتے۔

مولانا راتوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ اکثر روزہ رکھتے۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی دس دس، پندرہ

پندرہ دن مسلسل روزے رکھتے۔ نماز سے محبت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی دو رکعت نفل نماز میں رات گزر جاتی۔ قونیہ میں بہت سردی ہوتی ہے۔ ایک بار سردیوں کی ایک رات میں نماز ادا کرتے ہوئے مولانا اتنا روئے کہ ان کے آنسو چہرے پر سردی کی شدت سے جم گئے۔

مولانا جلال الدین رومی کو دنیا کی لذتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ اچھے لباس سے نہ اچھے کھانوں سے۔ لوگ ان کے پاس تحفے کے طور پر قیمتی لباس اور دوسری قیمتی چیزیں بھیجتے یا خود لے کر حاضر ہوتے۔ مولانا یہ سب چیزیں اپنے دوستوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے۔

مولانا جلال الدین رومی دوسروں کے آرام کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار سردی کے موسم میں اپنے مرید حسام الدین چلپی سے ملنے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ پہنچتے پہنچتے دیر ہو گئی۔ سردیوں میں ویسے بھی رات جلد آجاتی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں۔ حسام الدین چلپی کے گھر کے دروازے بند تھے۔ گھر والے سو چکے تھے۔ مولانا چادر بچھا کر دروازے کے سامنے بیٹھ گئے۔ برف آہستہ آہستہ مولانا کے سر پر گرتی رہی۔ آپ اپنے ہاتھ سے برف سر سے جھاڑتے رہے اور نماز میں مصروف رہے۔ نہ جانے آپ نے اس رات کتنی نفلیں ادا کیں۔ آخر رات، صبح میں بدل گئی۔ صبح فجر کی اذان کے ساتھ مولانا حسام الدین چلپی نے مسجد جانے کے لئے گھر کا دروازہ کھولا تو اپنے مرشد کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مولانا کا لباس برف سے گیلا ہو چکا تھا اور

بچھی ہوئی چادر پر برف جمی ہوئی تھی۔ چلپی نے یہ سب کچھ دیکھا اور سب کچھ سمجھ گئے۔ اپنے استاد اور مرشد کے قدموں پر گر گئے اور رونے لگے۔ مولانائے روم نے محبت سے انہیں اٹھایا اور سینے سے لگا لیا۔

مولانا حسام الدین نے روتے ہوئے کہا۔ "حضرت! آپ نے یہ کیا کیا؟ دروازے پر دستک کیوں نہ دی؟"

مولانائے روم نے فرمایا۔ "میں نے سوچا تمہارے گھر والوں کو تکلیف ہوگی۔ اور پھر چند گھنٹوں کی بات تھی۔ اللہ نے اپنے ذکر سے دل اور جسم کو گرم رکھا۔ مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔"

مولانا رومی کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ بچوں سے یہ محبت بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت اور لگاؤ کی ایک صورت تھی۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ یوں بچوں سے محبت کرنا حضور کی سنت پر عمل کرنا ہے۔ ایک دن مولانا جلال الدین رومی بازار سے گزر رہے تھے۔ وہاں ایک چھوٹے سے میدان میں کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ مولانا کو دیکھ کر بچے ان کے پاس آئے اور ہاتھ ملانے لگے۔ ہاتھ ملا کر وہ پھر جا کر کھیلنے لگے۔ ایک بچہ کچھ کام کر رہا تھا اس نے زور سے آواز دے کر کہا "مولانا! چلے نہیں جایئے گا۔ میرا انتظار کیجئے۔ میں ابھی آتا ہوں۔" سب بچے ہاتھ ملا کر چلے گئے۔ اس بچے کو آنے میں دیر ہوئی مگر مولانا اس کا انتظار کرتے رہے۔ مولانا کو دیکھ کر بازار کے لوگ بھی ان کے

پاس آگئے اور ان سے مشورہ لینے لگے، مسئلے پوچھنے لگے۔ آخر وہ بچہ آیا اور مولانا سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ "حضرت! آپ نے ایک بچے کے لئے اپنا کتنا قیمتی وقت خراب کیا۔" مولانا رومی مسکرائے اور آپ نے فرمایا۔

"میرے بھائی! میں نے وقت خراب نہیں کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے۔"

مولانا جلال الدین رومی کو پندرہ دینار کا وظیفہ ملتا تھا جبکہ بعض دوسرے عالموں کو ہزاروں دینار ملتے تھے۔ مولانا دنیا کی دولت کی کوئی پروانہ کرتے تھے اور اپنی ضرورتوں کے لئے پندرہ دینار کو بھی کافی سمجھتے تھے۔ دنیا کی دولت سے بے نیازی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور راستہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں سے لینے کے لئے نہیں بلکہ انہیں دینے کے لئے بھیجا تھا۔ مولانا نے دنیا والوں کو علم دیا۔ اللہ کی معرفت دی۔ اچھی اچھی باتوں کا سبق دیا۔ اور ان کے اشعار اور باتوں کے ذریعہ یہ سبق جاری ہے اور جاری رہے گا۔

مولانا جلال الدین رومی کی کہانیاں

مولانا جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں لوگوں کو مشکل مسائل اور باتیں سمجھانے کے لئے بہت سی کہانیاں لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض کہانیاں اسلامی تاریخ سے لی گئی ہیں اور بہت سی کہانیاں مولانا کی اپنی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ' دشمن کے سینے سے اتر گئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں جمع کردی تھیں۔ آپ کے ہر کام میں سچائی ہوتی تھی اور آپ دھوکے فریب سے ناواقف تھے۔

ایک بار میدان جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' نے ایک کافر سپاہی پر فتح پالی۔ آپ اسے قتل کرنے جارہے تھے کہ اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا مگر آپ نے ضبط سے کام لیا۔ اس کے سینے سے اتر آئے اور اسے قتل نہیں کیا۔

کافر سپاہی بہت حیران ہوا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی اور اس نے کہا۔ "آپ نے مجھ پر تلوار اٹھائی پھر آپ نے مجھے قتل نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے تو بہت گستاخی کی اور آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ علیؓ! آپ نے مجھے کیوں معاف کردیا؟"

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا۔ "میں تجھ سے اللہ کے لئے لڑتا ہوں۔ اپنی ذات کے لئے نہیں۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اپنی خواہشات کا بندہ نہیں۔ میں تجھے اللہ کے لئے قتل کرنے جا رہا تھا تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو مجھے بے حد غصہ آیا اور میں نے سوچا کہ اگر اب میں تجھے قتل کروں تو میرا یہ کام اللہ کے لئے ہو گا یا اپنے بدلے اور انتقام کے لئے۔ بس یہی سوچ کر میں نے تلوار ہٹالی۔"

حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر اس سپاہی نے کہا۔ "علی! آپ مجھے کلمہ شہادت پڑھا دیں۔" اور یوں وہ سپاہی مسلمان ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کی قوم کے پچاس آدمی مسلمان ہو گئے۔

حضرت علی نے برداشت اور ضبط کی تلوار سے اتنے آدمیوں کو موت سے بچا لیا۔ سچ ہے ضبط کی تلوار لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔

ایک عالم اور ایک ملاح

ایک تھے عالم۔ وہ زبان اور قواعد کے بڑے ماہر تھے۔ اور بھی بہت سے علم ان کو آتے تھے۔ ان کے بہت سے شاگرد تھے یہ صاحب تھے تو بہت قابل مگر انہیں اپنے علم پر بہت غرور تھا۔ اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔ علم تو آدمی میں خاکساری پیدا کرتا ہے۔ سچا عالم دوسروں کی عزت کرتا

ہے۔

ہاں تو یہ عالم ایک دن کشتی پر سفر کر رہے تھے پہلے تو کشتی چلانے والے ملاح سے انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ مگر بھئی خاموش رہنا بھی تو بہت مشکل کام ہے۔ آخر انہوں نے ملاح سے کہا۔

"تم صرف کشتی چلاتے ہو کیا کچھ پڑھے لکھے بھی ہو؟ تمہیں قواعد آتی ہے؟"

غریب ملاح نے بہت معصومیت سے پوچھا۔

"قواعد یہ کیا چیز ہوتی ہے؟"

عالم نے منہ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔ "افوہ تم بالکل جاہل ہو۔ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ قواعد کیا ہے؟ تمہاری آدھی عمر بیکار گئی۔ تم نے اپنی آدھی عمر ضائع کر دی۔"

بے چارہ ملاح خاموش ہو گیا۔ اسے عالم کی باتوں سے بہت تکلیف ہوئی مگر کیا کر سکتا تھا۔

اتنے میں دریا میں طوفان آگیا اور کشتی بھنور میں پھنس کر ڈوبنے لگی۔ ملاح نے عالم سے پوچھا۔ "آپ کو پیرنا آتا ہے؟"

عالم نے بہت غصے میں جواب دیا۔ "میں عالم ہوں۔ یہ پیرنا' تیرنا مجھے نہیں آتا۔ یہ تو تم جیسے لوگوں کا کام ہے۔"

ملاح نے کہا۔ "پھر تو بھیا! تمہاری پوری عمر ضائع ہونے جا رہی ہے۔ کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے اور ڈوب رہی ہے۔ میں تو چلا۔" یہ کہہ کر وہ کشتی سے کود پڑا اور پیرتا ہوا کنارے تک پہنچ گیا۔

اذان اور ہوا

ایک شخص نے نیا مکان بنوایا۔ بہت اچھا مکان۔ فرش اور دیواروں پر خوبصورت اور رنگین پتھر لگے ہوئے۔ کمرے بڑے بڑے اور بہت سے۔

جب مکان مکمل ہو گیا تو اس نے اپنے استاد اور مرشد سے کہا۔ "حضرت! آپ میرے مکان پر تشریف لے چلئے۔ آپ کے جانے سے برکت ہوگی۔"

مرشد نے کہا۔ "برکت کی بات تو چھوڑو۔ برکت تو رزق حلال سے ہوتی ہے۔ جو مکان جائز آمدنی سے بنایا جاتا ہے اس میں رہنے والوں کو سچی خوشی ملتی ہے مگر میں تمہارا مکان دیکھنے ضرور چلوں گا۔ تم میرے دوست ہو اور تمہاری خوشی میری خوشی ہے۔"

مرشد اپنے مرید کے ساتھ اس کے گھر پہنچے۔ کچھ اور لوگ بھی ساتھ تھے۔ وہ مکان دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اللہ سے دعا کی کہ اس گھر کے رہنے والے خوش رہیں اور سیدھے راستے پر چلیں۔

مکان کی ایک دیوار میں بڑا سا سوراخ تھا۔ مرشد نے پوچھا۔ "یہ سوراخ کیسا ہے؟ یہاں دیوار ادھوری کیوں ہے؟"

مرید نے جواب دیا۔ "حضرت! یہ روزن (سوراخ) ہوا کے آنے کے لئے ہے۔ اس سوراخ سے ہوا مسلسل آتی رہے گی اور گرمی نہیں

ہوگی۔"

مرشد نے فرمایا۔ "میرے عزیز! اگر تم نے یہ نیت کرلی ہوتی کہ اس روزن سے اذان کی آواز آتی رہے گی تو کیا اچھا ہوتا۔ ہوا تو خود بخود آتی۔"

مرشد نے چند لفظوں میں یہ بات سمجھا دی کہ نیت سے کوئی کام بہت اچھا ہو جاتا ہے اگر نیت اچھی نہ ہو تو کام میں اچھائی نہیں پیدا ہو سکتی۔ کاموں کا دارومدار نیت پر ہے۔

غصہ موت اور تباہی ہے

ایک جنگل میں ایک شیر تھا۔ وہ ہر دن کسی نہ کسی جانور کو شکار کر کے اپنا پیٹ بھرتا۔ اس کے خوف سے جنگل کے جانوروں کی زندگی مشکل ہو گئی۔ سب جانور ہر وقت سہمے رہتے کہ نہ جانے آج کون شیر کا شکار ہو جائے۔

آخر ایک دن سب جانور شیر کی خدمت میں پہنچے اور اس سے کہا۔ "آپ، ہمارے اور جنگل کے بادشاہ ہیں۔ آپ کی خدمت ہمارا فرض ہے۔ ہمیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ آپ اپنے کھانے کے لئے اتنی محنت کرتے ہیں۔ آپ اجازت دیں تو ہم میں سے کوئی نہ کوئی جانور آپ کی خوراک بننے کے لئے ہر دن آپ کے پاس آجایا کرے گا۔ آپ آرام سے اسے کھا کر اپنا پیٹ بھر لیا کریں۔"

یہ سن کر شیر بہت خوش ہوا اور اس نے کہا۔ "شاباش، میری رعایا کتنی اچھی ہے۔ مجھے تمہاری بات منظور ہے۔"

پہلے دن شیر کی خوراک بننے کے لئے ایک خرگوش چنا گیا۔ شیر اس کا انتظار کرتا رہا۔ مگر وہ نہ آیا اور شیر بھوکا ہی سو گیا۔

اگلے دن جب خرگوش پہنچا تو شیر کے غصے کی انتہا نہ تھی۔ اس نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"تم کل کیوں نہیں آئے۔"

خرگوش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "بادشاہ سلامت! میں کیا کہوں۔ میں تو آرہا تھا۔ راستے میں ایک اور شیر ملا اور اس نے مجھے روک لیا۔ میں نے بہت کہا کہ میں اپنے بادشاہ سلامت کے پاس جا رہا ہوں، مگر اس نے آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ تمہارا شیر اب بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کی بادشاہت کے دن ختم ہوئے اب اس جنگل کا بادشاہ میں ہوں۔ حضور! میں بڑی مشکل سے اسے دھوکا دے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔"

شیر کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ اس نے کہا "میرے علاقے میں اسے آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ میں اس جنگل کا بادشاہ ہوں اور میں ہی اس جنگل کا بادشاہ رہوں گا۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ دیکھو میں اسے کیسی سزا دیتا ہوں۔"

شیر خرگوش کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ خرگوش اسے ایک کنوئیں کے پاس لے گیا اور کہا کہ دوسرا شیر کنوئیں کے اندر ہے۔ شیر نے

جھانک کر دیکھا تو اسے کنوئیں کے پانی میں اپنا عکس نظر آیا۔ وہ زور سے دھاڑا اور کہا کہ "تو میرے علاقے میں کیسے آگیا۔ ابھی تیری خبر لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کنوئیں میں کود پڑا۔ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ تکلیف میں چلاتا رہا اور خرگوش ہنستا ہوا جنگل میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور انہیں پورا قصہ سنا دیا۔ وہ سب بے حد خوش ہوئے۔

سچ ہے کہ غصہ ہی موت اور ہلاکت ہے۔ غصہ ہم سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے۔

تم کیسے گنجے ہو گئے؟

ایک تھا دکان دار۔ وہ عام اور روزمرہ ضرورت کی چیزیں بیچتا تھا۔ دالیں، آٹا، صابن، تیل، مسالے، سوئی دھاگا، بٹن وغیرہ۔ اس کی دکان کو جنرل اسٹور اور کریانے کی دکان سمجھ لو۔

اس دکاندار کے پاس ایک طوطا تھا۔ خوبصورت ہرا رنگ اور یہ طوطا خوب باتیں کرتا تھا۔ اپنی باتوں سے گاہکوں کا دل خوش کرتا تھا اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ اس دکان سے سودا خریدنے آتے تھے۔

ایک دن دکاندار گھر گیا ہوا تھا۔ دکان میں بس طوطے صاحب تھے۔ اتفاق سے دکان میں بلی نے ایک چوہے پر حملہ کیا۔ طوطا گھبرا کر ادھر ادھر اڑنے لگا۔ جہاں پر دکان کا مالک بیٹھتا تھا وہاں بادام کے تیل

کی شیشیاں رکھی تھیں۔ اس ہنگامے میں وہ شیشیاں گر کر ٹوٹ گئیں۔ جب دکاندار واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ شیشیاں ٹوٹی پڑی ہیں۔ سارا فرش اور اس کے بیٹھنے کی جگہ چکنی ہو گئی ہے۔ اس نے غصے میں طوطے کے سر پر صفائی کی جھاڑن اس طرح ماری کہ طوطے کے سر کے بال غائب ہو گئے اور وہ گنجا ہو گیا۔

اپنے خوبصورت بالوں کے ختم ہونے کا طوطے کو اتنا رنج ہوا کہ اسے چپ لگ گئی۔ گاہک آتے' اس کی باتیں سننا چاہتے مگر وہ کچھ نہ بولتا' چپ رہتا۔ اس کی اداسی اور خاموشی سے دکان دار بھی اداس رہنے لگا۔ وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہتا۔ وہ اپنے آپ سے کہتا۔ "میں نے اپنے پیارے طوطے کو کیوں مارا؟ ہائے یہ کیا ہو گیا؟ کاش اس کو مارنے سے پہلے میرے ہاتھ ٹوٹ جاتے۔"

دکان دار نے قصہ سنانے والوں کو بلایا۔ مسخروں کو بلایا کہ وہ طوطے کو قصے سنائیں' لطیفے سنائیں شاید طوطا اسی طرح بول اٹھے۔ مگر ہر کوشش ناکام رہی۔

ایک دن دکان کے سامنے سے ایک فقیر گزرا۔ وہ بالکل گنجا تھا اس کا سر چٹیل میدان کی طرح تھا۔ اسے دیکھ کر طوطا بول اٹھا۔ "بھائی! تم نے کس کا تیل گرایا تھا۔ اف تمہارے مالک نے کس طرح تمہیں مارا کہ یوں گنجے ہو گئے۔"

اپنے طوطے کو بولتا دیکھ کر دکان دار کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس نے گنجے فقیر کو بہت سے روپے دیئے۔ اپنے طوطے کو اچھے اچھے پھل کھلائے اور پھر کبھی اپنے طوطے پر غصہ نہیں کیا۔